54

# احمدیہ کانفرنس کے متعلق

## فرمودہ ۶ اپریل ۱۹۱۷ء

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھی :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ٥ (آل عمران : ۲۰۱)

بعد ازاں فرمایا :-

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم اور احسان سے بنی نوع انسان کی ہدایت اور روحانی ترقی کے لئے اپنی صفت رحمانیت کے تقاضا کے ماتحت جس قسم کے سامانوں کی ضرورت تھی۔ تمام مہیا کر دیئے ہیں اور کوئی چیز جو انسان کی روحانیت کے لئے ضروری ہو ایسی نہیں۔ جس کے نازل اور مہیا کرنے میں دریغ کیا گیا ہو۔ چنانچہ جس محبت اور پیار۔ جس رحم اور کرم سے خدا تعالیٰ پہلے لوگوں کو دیکھتا تھا جس شفقت کی نظر ان پر تھی۔ اسی مہربانی اور رحم و کرم سے ہم کو دیکھتا ہے۔ اور وہی نظر ہم پر ہے۔ اس کے رحم اور فضل کے سامانوں میں سے انبیاء کی بعثت بھی ایک سامان ہے۔ اس سے بھی ہم کو محروم نہیں رکھا گیا۔ اس زمانہ میں انبیاء کی اطاعت تو الگ رہی۔ لوگوں نے تو یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ اب کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔ اور کہا کہ اگر کوئی نبی آئے تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوگی۔ یہ خیال قائم کر کے بعثت انبیاء اور ان کی اطاعت سے مخلصی حاصل کر لی تھی۔ مگر اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث کر کے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت ہم پر خاص احسان کیا ہے۔ لیکن جہاں خدا تعالیٰ رحمٰن ہے۔ وہاں رحیم بھی ہے۔ جہاں اس نے صفتِ رحمانیت کے ماتحت ہمارے لئے سامان مہیا کئے ہیں۔ وہاں اس کی صفت رحیمیت اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ اس کے ماتحت کام کر کے فائدہ اٹھایا جائے اور یہ وہ لوگ کر سکتے ہیں۔ جو اس کے فضل سے رحمانیت کے انعام کے وارث ہو چکے ہیں۔ اور وہ ہماری ہی جماعت کے لوگ ہیں۔

اس کے مطابق ہماری جماعت کے لوگ کام کرتے ہیں۔ اور ہر ایک جائز طریق سے کوشش

میں لگے رہتے اور عمدہ تجاویز پر عمل کرتے ہیں۔ انہی میں سے ایک احمدیہ کانفرنس کی تحریک ہے۔
اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قائم کی ہوئی ایک انجمن ہے۔ جو صدر انجمن احمدیہ
کہلاتی ہے۔ اس کے قائم کرنے کی غرض اور غایت یہ تھی کہ وہ اموال جو لوگ یہاں خُدا کے راستہ میں
خرچ کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ ان کی حفاظت کرے۔ اور دیانتداری کے ساتھ خرچ کرے۔ اگر
کسی ایک شخص کے سپرد مال ہو۔ تو اس میں کئی قسم کے نقص پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب بہت
سے لوگ مل کر کام کریں۔ تو محافظت کا اچھا سامان ہو سکتا ہے۔ صحابہؓ میں بھی یہی طریق تھا۔ کہ
مال کا انتظام بعض معتبر صحابہؓ کے سپرد تھا۔

اس لحاظ سے صدر انجمن مفید تھی اور ہے اور ہوگی۔ جب تک کہ دیانت اور امانت سے
کام کرے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں
ہے۔ کہ مال کہاں سے آئے گا۔ مال تو بہت آئے گا۔ مگر اس بات کا اندیشہ ہے۔ کہ مال کو دیکھ کر
لوگوں کے خیالات خراب نہ ہو جائیں[1]۔ اس لئے اس احتیاط کی ضرورت تھی کہ مالوں کی حفاظت پورے
طور پر ہو سکے۔ موجودہ اختلاف جو حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بعد ہوا۔ کتنا بڑا تھا۔ مگر اس سے بھی
بڑے بڑے اختلافات ہو سکتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ بہت خطرناک تھی۔
یہ ہمارا اختلاف اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس وقت حضرت ابن عباسؓ کے قبضہ میں مال تھا۔
جس وقت اختلاف ہوا۔ اور حضرت علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ چھڑی تو انہوں نے مال پر قبضہ کر لیا
اور کہدیا۔ کہ یہ میرا حصّہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی قسم کے خطروں کو مدّنظر رکھ کر دُور اندیشی سے ایک
انجمن بنائی۔ اور اس کا نام انجمن معتمدین رکھا۔ تاکہ وہ اموال جو لوگوں کے اس کے قبضہ میں آئیں ان کو
اچھی طرح اور صحیح طریق پر خرچ کرے۔

یہ ایک بابرکت اور مفید بات ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر عمدہ نتائج پیدا کرنے والی
بات وہ ہے۔ جو آپؑ نے الوصیت میں فرمائی ہے کہ "سب میرے بعد مل کر کام کرو"۔ اس کا یہ
مطلب تو ہرگز نہیں کہ تمام احمدی اپنے اپنے وطن چھوڑ کر ایک جگہ آجائیں اور پھر کام کریں۔ کیونکہ
اس طرح تو جماعت بجائے ترقی کرنے کے تنزل کی طرف جائے گی۔ سو مل کر کام کرنے کے یہ معنے
ہیں کہ آپس میں مشورہ سے کام کرو۔ اور یہ ثابت شدہ بات ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں
کر سکتی۔ اور نہ ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ جب تک اس کے سب افراد ان کاموں
کو جن کا کرنا ان پر فرض کیا گیا ہے۔ دلچسپی اور جوش سے نہ کریں۔ اور ان کو انجام دینے میں حصّہ نہ

---

[1] :۔ الوصیت

لیں۔ چونکہ انسانوں کے دماغ مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی کام کے کرنے کے متعلق اگر زیادہ لوگ غور و خوض کریں۔ تو ان کے ذہن میں مختلف طریق آتے ہیں۔ اور جب مختلف خیالات معلوم ہو جائیں تو ان میں سے زیادہ عمدہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق تھا۔ کہ آپ کسی معاملہ کے متعلق صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ ہاں یہ ضروری نہیں تھا کہ آپ ہر ایک کے مشورہ پر عمل بھی کرتے۔ آپ کو حکم تھا۔ کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ[1] جس کام میں ضرورت ہو مشورہ لو۔ مگر جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر چکو تو پھر اللہ پر توکل کر کے شروع کر لو۔ دیکھو یہ جو اذان دی جاتی ہے۔ یہ اس طرح تجویز ہوئی کہ مشورہ کیا گیا۔ کہ لوگوں کو نماز کے وقت کس طرح جمع کیا جایا کرے۔ کسی نے کوئی طریق بتایا۔ کسی نے کوئی ایک صحابی نے عرض کیا۔ کہ میرے خیال میں ہر نماز کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر (ساری اذان) کہا جایا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو پسند فرمایا۔ دوسرے دن ایک اور صحابی آئے اور انہوں نے کہا کہ مجھ کو رؤیا میں یہ اذان بتائی گئی ہے[2] اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ مجھے بھی رؤیا میں یہی بتایا گیا ہے[3] اس سے معلوم ہوا کہ اس صحابی کی یہ بات خدا تعالیٰ کو بھی پسند آئی۔ اور اس نے رؤیا کے ذریعہ بعض لوگوں پر ظاہر کر دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی پسندیدگی کا خیال بھی پیدا کر دیا۔ بظاہر تو یہ ایک شخص کا مشورہ تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کو اور رسول کریم کو بھی پسند آ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب تمام دنیائے اسلام میں یہی طریق رائج ہے۔ اور صفحہ عالم پر پانچ وقت روزانہ بلند آواز سے اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔

تو مشورہ ایک عمدہ بات ہے۔ لوگوں کو اگر کوئی حکم دیا جائے کہ فلاں کام اس طرح کرو تو وہ اسے مان تو جاتے ہیں مگر دل میں اس کے کرنے کا خاص جوش پیدا نہیں ہوتا۔ مگر مشورہ کے ذریعہ سب کو ایک بات کی ضرورت معلوم ہو جاتی ہے۔ اور جب ضرورت معلوم ہو جائے تو لوگ جوش اور رغبت سے کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

پس مشورہ ایک مفید چیز ہے۔ مگر یہ نادانی ہے کہ کوئی کہے کہ ہمارے مشورہ پر عمل کیوں نہیں کیا گیا۔ مشورہ اور چیز ہے اور اس پر عمل کرنا ایک الگ چیز۔

کانفرنس حضرت مسیح موعودؑ کے اس حکم کو پورا کرنے والی ہے کہ میرے بعد مل کر کام کرو۔ صحابہؓ کے وقت بھی جب ایسی ضروریات پیش آتی تھیں تو بڑے بڑے بزرگ صحابہؓ کو بلا کر ان سے

---

[1] آل عمران: ۱۶۰ [2] بخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان۔
[3] ترمذی کتاب الاذان باب ما جاء فی بدء الاذان۔

مشورہ کر لیا جاتا تھا۔ اور جو خاص لوگ کہیں باہر ہوتے تھے۔ ان سے بھی خطوط کے ذریعہ مشورہ کر لیا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلاف اور حضرت معاویہؓ کے ابتلاء کی یہی وجہ ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ جب وہ ایک صوبہ کے گورنر تھے تو کیا وجہ ہے کہ اُن سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ کے اس مشورہ نہ لینے کو عداوت پر محمول کیا[1] پس خلفاء بھی حتی الامکان بیرونی لوگوں سے مشورہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن چونکہ اس وقت سفر کے سامان نہ تھے۔ اور نہ سفر میں ایسی آسانیاں تھیں۔ نہ ریل تھی۔ نہ ڈاک تھی نہ محکمہ تار تھا۔ اس لئے اگر تمام قوم کو جو دُنیا کے مختلف حصص میں پھیلی تھی۔ اطلاع کی جاتی تو کوئی کام بآسانی نہ ہو سکتا۔ اور ہر ایک بات کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے کم از کم پانچ سال کا عرصہ درکار ہوتا۔ اس صورت میں وہ کام جن کا جلد ہونا ضروری ہوتا۔ بہت دیر پر جا پڑتے۔ اور بہت نقصان ہوتا۔ اس لئے مقامی صحابہ سے ہی مشورہ کر لیا جاتا تھا۔ ہاں حج کا ایک ایسا موقعہ ہوتا تھا۔ کہ تمام دنیائے اسلام کے لوگ وہاں جمع ہوتے تھے۔ اس لئے ان سے مشورتاً باتیں دریافت کر لی جاتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے خطبات حج میں ہم ان باتوں کو پاتے ہیں۔

آج چونکہ سفر میں بہت سہولتیں ہیں اور ایک قلیل مدت میں دور دراز کے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ کانفرنس وہی مجلس شوریٰ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے وقت تھی۔ لیکن چونکہ اب بیرونی احباب بھی آسانی سے شامل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہم ان آسانیوں سے فائدہ اٹھا کر ان کو بھی شامل کرنا چاہتے ہیں۔ میرے نزدیک کانفرنس ایک اہم امر ہے۔ اور وہ درحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کے اس حکم کو پُورا کرنے کے لئے ہے۔ جو آپ نے مالوں کی حفاظت اور مل کر کام کرنے کے متعلق دیا ہے۔ اور اس کی بنیاد آنحضرتؐ کے وقت سے قائم ہے۔ دیکھو صدر انجمن کے سپرد صرف مدرسہ۔ لنگر اور ایسے ہی دوسرے کام کئے گئے۔ جن کا تعلق چندہ سے ہے۔ مگر جماعت کا انتظام حضرت مسیح موعودؑ نے انجمن کے سپرد نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے جو کام ہوتے ہیں وہ آہستہ آہستہ ہوتے ہیں۔ اب کی دفعہ چونکہ احباب باہر سے آئے ہیں۔ اور وہ ان امور پر غور کریں گے جو ان کے روبرو پیش کئے جائیں گے اور آپس میں مشورہ کر کے سوچیں گے کہ کس طرح کام کرنا چاہیئے۔ اور ہماری جماعت کی سیاسی حالت آئندہ کیا ہوگی۔

مَیں نے پہلے بھی بتایا ہے۔ اور اب بھی بتاتا ہوں۔ کہ بہت سے لوگ سیاست کے معنوں سے واقف نہیں۔ اس لئے وہ صرف سلطنت اور حکومت سے ہی اسکا تعلق سمجھتے

---

[1]: ۔ تاریخ مسعودی (مروج الذہب) الجزء الثانی صفحہ ۳۰

ہیں۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ سیاست کا تعلق ہر ایک انتظامی بات سے ہے۔ اور جس طرح سلطنتوں کی سیاست ہوتی ہے۔ اسی طرح مذہب کی بھی ایک سیاست ہے۔ سیاست کہتے ہیں اس انتظام کو جس کے ماتحت کسی کام کرنے والی جماعت کی طاقتیں محفوظ ہو کر ایک قاعدہ کے ماتحت اس طرح آجائیں کہ نہ ان سے اس قدر زیادہ کام لیا جائے جس سے آئندہ قوم کام کرنے کے قابل نہ رہے۔ اور نہ اتنا کم کہ کوئی کام ہی انجام نہ پا سکے۔ پس سیاست نام ہے جماعت کے اس انتظام کا جو مناسب حدود پر قائم کیا جائے۔

یہ آیت جو میں نے اس وقت پڑھی ہے۔ اس میں کچھ احکام بیان کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے۔ کہ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ان پر عمل کرو۔ وہ ہدایتیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں۔ نہایت مکمل اور نہایت ضروری ہیں۔ کیونکہ یہ اس ہستی کی طرف سے ہیں جو عالم الغیب ہے۔ ان پر عمل کرنا کسی ایسی قوم کے لئے جو دنیا میں ترقی کرنا چاہتی ہو نہایت ضروری ہے۔ چونکہ ہماری جماعت کے لوگ بھی یہاں اسی غرض سے جمع ہوئے ہیں۔ کہ وہ ایسی تجاویز سوچیں جن سے ترقی کر سکیں۔ اور آئندہ کے لئے اپنے طریق عمل پر غور کریں۔ پس میں اس آیت کے معنے بیان کر دیتا ہوں تاکہ مشورہ دینے وقت اس آیت کا مضمون آپ لوگوں کو مدنظر رہے۔

فرمایا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا۔ اے مومنو! اگر تم چاہتے ہو کامیاب ہونا تو آؤ ہم تمہیں کامیابی کے گر بتاتے ہیں۔ جن پر عمل کرنا یقینی کامیابی حاصل کرنا ہے۔ پہلا گر یہ ہے کہ تم اپنے اندر صبر کا مادہ پیدا کرو کہ اگر تم پر مصائب اور مشکلات آئیں تو تم ان کو برداشت کر سکو۔ اپنے اندر دلیری پیدا کرو۔ جو مضر باتیں ہیں ان سے بچنے کے لئے سخت کوشش کرو اور جو مفید ہیں ان کے حصول کے لئے بہت سعی کرو۔ بہادری پیدا کرو۔ مشکلات و مصائب پر مت گھبراؤ۔ ناامید مت ہو۔ بری بات نظر آئے تو اس سے رک جاؤ۔ اچھی کے حاصل کرنے میں بڑھے جاؤ۔ یہ ہیں معنی اِصْبِرُوْا کے۔

جب کوئی قوم بڑھنا چاہتی ہے تو دوسری اس کا مقابلہ کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اسے نہ بڑھنے دے۔ کیوں؟ اس لئے کہ بڑھنے والی قوم اسی صورت میں بڑھے گی کہ دوسری کو فنا کر دے۔ اور اس کو نگل جائے۔ پس چونکہ دوسری قومیں اس نئی قوم کے بڑھنے میں اپنی فنا دیکھتی ہیں۔ تو وہ اپنی بقاء کے لئے اس کا مقابلہ ضروری سمجھتی ہے۔ اور جب تک کوئی قوم دوسری مدمقابل قوم کو اپنے اندر جذب نہ کر لے اس وقت تک وہ ترقی نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق محدود نہیں۔ مگر جب کوئی مخلوق ترقی شروع کرتی ہے۔ تو دوسری کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اگر سمندر ترقی کرے تو خشکی باقی نہیں رہے گی۔ اگر خشکی بڑھے گی تو سمندر کم ہو جائے گا۔ کوئی چیز ہو۔ کوئی نسل ہو۔ جب وہ

ترقی کرے گی۔ تو دوسری یقیناً فنا ہو گی یہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ کہ کیوں دوسری مد مقابل چیز گھٹتی ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ ایک چیز کا گھٹنا دوسری کے بڑھنے اور دوسری کا بڑھنا پہلی کے گھٹنے کی علامت ہے۔ مثلاً جب مسلمان بڑھے تو دوسری قومیں جو ان کے مقابلہ میں تھیں کم ہونا شروع ہو گئیں۔ اس وقت مسلمانوں کی نسلی ترقی کے ساتھ مذہبی ترقی بھی ہوتی تھی جب ایک قوم کی تجارت بڑھے گی۔ تو دوسری کی تجارت پر ضرور زوال آئے گا۔

پس جو قوم یہ چاہتی ہو کہ وہ تمام دُنیا پر حاوی ہو جائے اس کی تبلیغ تمام دنیا پر ہو۔ وہ گویا تمام باقی مذاہب کو مٹانا چاہتی ہے لیکن کون ہے جو چاہتا ہے کہ میری ہستی فنا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ سچے مذہب کے مقابلہ کے لئے مل کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا وجہ تھی کہ مکہ کے لوگوں نے آنحضرتؐ اور صحابہؓ کو ہر قسم کی تکلیفیں دینا شروع کر دی تھیں۔ اور نبی کریمؐ پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ یہی کہ وہ دیکھتے تھے۔ کہ اگر ان کا مقابلہ نہ کیا گیا تو تمام لوگوں پر ان کا اثر ہو جائے گا۔ اور جب سب لوگ اسلام کو قبول کرلیں گے۔ تو پھر ہمارے ان بتوں کی عزت چھوڑ دی جائے گی اور ان کی ہتک کی جائے گی۔ اب بھی یہی وجہ ہے کہ غیر احمدی ہر جگہ احمدیوں کو تکلیفیں دے رہے ہیں۔ وہ صداقت کا اسی طرح مقابلہ کرنا چاہتے ہیں وہ سب لوگ جو صداقت سے دور ہوتے ہیں۔ صداقت کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ جس طرح بکریاں آپس میں لڑیں بھڑیں گی۔ مگر جب شیر آجائے۔ تو وہ اپنی لڑائی چھوڑ دیں گی یا اور جانور ہوں۔ وہ لڑائیاں چھوڑ کر شیر کا مقابلہ کریں گے۔ اگر مقابلہ نہیں کر سکیں گے تو اپنے بچاؤ کی فکر تو ضرور کریں گے۔ پس یہی صورت ہے۔ جھوٹے مذاہب کی کہ وہ سب مل کر سچے کے مقابلہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ مذہب پھیلا۔ تو ہماری خیر نہیں۔ اس لئے وہ بہت سخت مقابلہ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا کہ اے مومنو! چونکہ تم کو بڑھنا اور ترقی کرنا ہے۔ اس لئے تمہاری راہ میں ہر قسم کی تکالیف اور مصائب آئیں گی۔ لیکن ان سے گھبرانا مت۔ بلکہ صبر سے کام لینا اور ان مصائب کو جو تم پر آئیں۔ بہادری سے برداشت کرنا۔

پس پہلا حکم یہ ہے کہ اپنے اندر صبر کا مادہ پیدا کرو۔ اپنی ناجائز امیدوں اور جوشوں کو دباؤ۔ اور ان کو روکنے کی کوشش کرو۔

پہلا حکم تو تھا اصبروا۔ دوسرا حکم ہے صابروا۔ یعنے ایک دوسرے سے بڑھ کر کام کرو۔ اس کا نام مصابرت ہے۔ یہ درجہ پہلے درجہ سے اعلیٰ بھی ہو سکتا ہے اور دوسرے درجہ پر بھی۔ صابروا کے معنے ہیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں صبر کر کے دکھاؤ۔ یعنی ہر ایک

کی یہی خواہش اور کوشش ہونی چاہیے کہ مَیں دوسرے سے بڑھ جاؤں۔ اور ہر ایک کہے کہ بھئی تم تکلیف نہ اٹھاؤ۔ یہ کام مَیں کرتا ہوں۔

یہ ایک ایسا اصل ہے۔ جس کے نہ سمجھنے کے سبب سے بہت سی قومیں ترقی کے میدان میں پیچھے رہ جاتی ہیں مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک کی یہ آرزو ہو کہ مَیں ہی غلبہ پاؤں۔ اور میں ہی اس کام میں زیادہ حصہ لوں یا اگر کسی سے کوئی تکلیف پہنچے۔ اس کے بدلہ میں اس کے ساتھ نیکی کرکے صبر میں بڑھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ کوئی کسی کے متعلق بات کرے۔ تو وہ کہے کہ اس نے میری ہتک کی ہے۔ اب میں بھی اس سے انتقام لوں۔ یا یہ کہ جب قربانی کا موقعہ آئے تو یہ نہ ہو۔ ہر ایک دوسرے کو کہے کہ آپ آگے بڑھیں۔ اور آپ یہ کام کریں۔ بلکہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہر ایک یہی کہے کہ میں اس کام کو کروں گا اور مَیں ہی سب کے آگے بڑھوں گا۔ اس طرح ہر ایک اپنے فوائد کو قربان کرے یہ نہ ہو کہ ہر ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنے فوائد کو مقدم کرے۔

حضرت صاحبؑ دو صحابیوں کے متعلق ایک بات سناتے تھے۔ مَیں نے تو ان کا حال کسی کتاب میں نہیں پڑھا۔ مگر چونکہ حضرت صاحب سناتے تھے اس لئے بیان کرتا ہوں۔ ایک بازار میں گھوڑا بیچنے کے لئے لایا۔ دوسرے نے اس سے قیمت دریافت کی۔ اس نے کچھ بتائی۔ لیکن خریدنے والے نے کہا۔ نہیں اس کی یہ قیمت ہے۔ اور جو اس نے بتائی وہ بیچنے والے کی بتائی ہوئی قیمت سے زیادہ تھی۔ لیکن بیچنے والا کہے میں تو وہی قیمت لوں گا۔ جو مَیں نے بتائی ہے اور خریدنے والا کہے۔ نہیں میں یہی قیمت دوں گا جو میں نے قرار دی ہے۔ یہ تو صحابہ کا ایک معمولی واقعہ ہے۔ وہ لوگ تو ہر ایک نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھو۔ اگر ایک دین کا کوئی کام کرے۔ تو تم کوشش کرو کہ اس سے بھی بڑھ کر کرو اور دوسرے کے مقابلہ میں اپنے نفس کو قربان کرو۔

صحابہ کی عجیب شان ہے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مہمان آئے آپ نے صحابہ میں ایک ایک کرکے تقسیم کر دیئے۔ ایک صحابی دو مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے۔ بیوی سے کھانے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا صرف دو آدمی کا کھانا ہے جو صرف بچوں کے لئے ہے لیکن مَیں ان کو سلا دیتی ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن پھر یہ خیال ہوا کہ یہ مہمان اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک کہ ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر نہ کھائیں گے۔ مگر کھانا اتنا نہیں کہ سب کے لئے کافی ہو سکے۔ اس لئے وہ بھوکے رہ جائیں گے اس کے متعلق صحابی نے بیوی کو کہا

ایک تدبیر کرنی چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ جب کھانا کھانے بیٹھیں گے تو مَیں تمہیں کہوں گا چراغ کی بتی اونچی کر دو۔ لیکن تم بجائے اُونچی کرنے کے اس طرح کرنا کہ چراغ بجھ جائے۔ پھر مَیں معذرت کر دوں گا۔ کہ چراغ جلانے کا کوئی سامان نہیں آپ کو بہت تکلیف ہوئی ہے معاف فرمائیں اور اندھیرے میں ہی کھانا کھالیں۔ جب وہ اندھیرے میں کھانا شروع کریں گے تو ہم ساتھ یونہی مچاکے مارتے رہیں گے جس سے وہ سمجھیں گے کہ یہ بھی کھا رہے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتلا دیا۔ جب یہ صحابی صبح گئے تو آپؐ ہنسے اور فرمایا کہ خدا تمہارے اس فعل سے بہت خوش ہوا ہے اور ہنسا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ ہنسا ہے۔ اس لیئے مَیں بھی ہنستا ہوں[1]۔ تو یہ تھی ان لوگوں کی شان۔ اوّل تو ایک کی بجائے دو مہمان لیئے۔ پھر بچوں کو بھوکا سُلایا۔ خود بھوکے رہے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ مہمان بھُوکے رہیں۔

اور بہت سے واقعات ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ بحرین سے مال آیا آنحضرتؐ نے انصار سے کہا کہ آؤ تمہیں مال دوں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ مہاجرین ہم سے زیادہ مستحق ہیں ان کو دیا جائے[2]۔ اگرچہ اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ کیوں انہوں نے حکم نہ مانا۔ مگر یہ ضروری ہے کہ فی نفسہٖ یہ بات بُری نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے خوب ترقی کی اور خوب بڑھے۔

پس دوسری بات یہ ہے کہ نہ صرف اپنے نفس کو ہی قابو کرنا سیکھو بلکہ نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو

تیسرا طریق یہ ہے کہ رابطوا جب ان دو مراتب کو طے کر چکو۔ تو دشمن پر حملہ کرو پھر تمہیں گھر میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ سرحدوں پر ڈیرے ڈال دو۔ جب جماعت میں صبر اور ایک دوسرے سے بڑھ کر کام کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے تو پھر اس کے لئے دشمن پر حملہ کرنا اور اس میں کامیاب ہونا آسان اور یقینی ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا ان دو باتوں کے بعد سرحدوں کو مضبوط کر لو۔ اور بجائے اس کے کہ تم پر دشمن حملہ آور ہو۔ تم اس پر حملہ کرو۔ یہ سب باتیں کرو اور ساتھ ہی اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو ضرور فلاح پاؤ گے۔

چونکہ کانفرنس کے اجتماع کا یہ پہلا موقعہ ہے اور اس دفعہ مناسب سمجھا گیا کہ ایک

---

[1]:۔ مسلم کتاب الاشربۃ باب اکرام الضیف۔

[2]:۔ بخاری کتاب مناقب الانصار باب قول النبی بالانصار۔ اصبروا حتیٰ تلقونی علی الحوض۔

رات کی بجائے زیادہ وقت معاملات پر غور کرنے کے لیئے رکھا جائے۔ اس کے لیئے کچھ احباب آ گئے ہیں اور کچھ ابھی آئیں گے۔ کل کانفرنس ہوگی۔ مَیں احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے وہ اختلاف رائے وغیرہ کی صورت میں صبر سے کام لیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں بڑھنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے اور نیک نتائج پیدا کرے۔

(الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۱۷ء)

---